از: حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

خلیج کا تنازعہ
اور
قائدین عالمِ اسلام کی ذمہ داری

عراق کا کویت پر قبضہ ہو جانے کے بعد خلیج کی صورتِ حال نے ایک نئی انگڑائی لے لی ہے۔ گرم گرم بیانات، جذباتی نعرے اور ہتھیاروں سے لیس امریکہ درمیان میں اتر پڑا ہے گویا اب مقابلہ عراق و کویت کا نہیں بلکہ عراق بمقابلہ امریکہ ہو گیا۔ اور سعودی عرب کے کندھے پر بندوق رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے محفوظ رکھے۔

عراق اور کویت کا تاریخی اختلاف چلا آرہا ہے عراق کا دعویٰ ہے کہ کویت کسی وقت عراق ہی کا حصہ تھا اس لیے کویت کے حکام کو کوئی ایسی تجارتی پالیسی اختیار نہ کرنی چاہیئے تھی جس کا اثر پورے عراق پر پڑے۔ لیکن کویت کے حکام نے عراق کی تنبیہ اور دھمکی کے باوجود اپنا رویہ نہ بدلا۔ چنانچہ عراق نے فوجی قوت کے ذریعہ پورے کویت کو چند لمحوں میں فتح کر لیا۔ اور جنہوں نے مقابلہ کیا وہ اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں خاک و خون میں تڑپا دیئے گئے۔

عراق کے کویت پر قبضہ کرنے سے قبل کویت کے رئیس سعودی عرب پہنچ گئے، شیخِ کویت کے سعودی عرب میں پناہ لینے پر عراق کو خطرہ گذرا کہ کہیں سعودی افواج اس پر حملہ نہ کر دیں تو اس نے اپنے دفاع کے خاطر سعودی سرحدوں کے ساتھ اپنی افواج بھی لا کھڑی کر دی۔ عراقی صدر صدام حسین سے یہ کبھی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ حرمین شریفین کی بے حرمتی کا مرتکب ہو گا یا خانہ کعبہ میں خون ریزی یا فساد کرے گا (جیسا کہ ایرانی حاجیوں نے کیا تھا) مگر افسوس کہ یہود و نصاریٰ کی ایک نہایت مربوط و منظم سازش نے اسے سعودی عرب کے خلاف عراقی حملہ کی دھمکی قرار دے دیا۔ یورپ اور امریکہ کے پریس نے عراق کو اسی آئینہ میں اتار دیا۔ امریکہ اور برطانیہ نے کچھ اس جوش و خروش کے ساتھ اس کا پروپیگنڈہ کیا کہ ساری دنیا کو اس پر یقین آگیا اور بالآخر عراق کے خلاف ایک فضا بن ہی گئی۔

اس نازک موڑ پر عالمِ اسلام کے حکمرانوں کو یہود و نصاریٰ کی سازش نے یہ موقع ہی نہیں دیا کہ وہ آپس میں افہام و تفہیم کے ذریعہ اس مسئلے کو حل کر دیں، سعودی عرب کے حکمرانوں پر کچھ ایسا دباؤ پڑا کہ وہ مجبور ہو گئے (بلکہ حالات ہی نے انہیں مجبور بنا دیا) اور امریکی و برطانوی فوجیں یکدم سعودی عرب کی سرحدوں پر پہنچ گئیں۔ بعض ممالک نے امریکہ و برطانیہ کے اس رویے پر تنقید بھی کی مگر جو کرنا تھا وہ کر گزرے اور عراقی صدر کو دنیا کا بدترین انسان، دوسرا ہٹلر اور بُرا بھلا کہا گیا۔ دھمکیاں دی گئیں۔ اقتصادی پابندیوں میں جکڑنے کے لیے مشورے ہونے لگے۔

امریکی و برطانوی حکومتوں کی اس دوغلی پالیسی کا پوری دنیا نے کھلی آنکھوں مشاہدہ کر لیا کہ عراق کویت پر حملہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کیا کچھ نہیں ہوتا۔ اقوامِ متحدہ کو عراق کے خلاف پابندیوں پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اقتصادی ناکہ بندی کرنے میں طاقت کے استعمال کا اشارہ دیا جاتا ہے۔ یکے بعد دیگرے بمبار طیارے پہنچ جاتے ہیں اور ہر ممکنہ طریقے سے جارح کے خلاف ایک محاذ کھول دیا جاتا ہے۔

لیکن جب اسرائیل لبنان و فلسطین میں۔ روس افغانستان میں، ہندوستان کشمیر میں۔ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرتے ہیں، ان کے جان و مال پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ ان کے چھوٹے بچوں کے ہاتھ اور پیر ڈنڈوں اور پتھروں سے توڑے جاتے ہیں۔ ان کے گھروں میں گھس کر ان کی عزت سے کھیلا جاتا ہے تو اس وقت امریکی و برطانوی حکومتوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جارح اور ظالم کی حمایت کی جاتی ہے۔ ان کے خلاف قراردادیں منظور کرنے سے قبل ہی مخالفت کی آواز اٹھ آتی ہے اسرائیل کے خلاف قراردادوں کی مخالفت کا یہ کھیل امریکہ اور برطانیہ نے کئی بار کھیلا ہے۔ آخر اس بات کو کون سا نام دیا جائے؟ امریکہ و برطانیہ ان بدترین ظالموں کے خلاف کمر کس کر کیوں نہیں آتے؟ اقوامِ متحدہ اس کے خلاف بھرپور کردار کیوں ادا نہیں کرتا؟ یہ لینے اور دینے کے پیمانے آخر مسلمانوں کے لیے کیوں بدل جاتے ہیں؟

کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

جہاں تک عراق کا کویت پر قبضہ کا تعلق ہے دنیا کا کوئی باشعور انسان عراق کے اس اقدام کی حمایت نہیں کر سکتا۔ اگر عراق کو کویت کی حکومت سے شکایات تھیں اسے اسلامی ممالک کے حکام سے براہِ راست گفتگو کرنی چاہیئے تھی ظاہر ہے کہ مسلسل گفتگو میں خیر کا کوئی پہلو نکل

ہی آتا۔ اور اہل اسلام کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا کہ اعدائے اسلام مسلمانوں کے معاملات میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا بلکہ حالات نے نیا موڑ لے لیا اور حرمین شریفین کے تقدس و تحفظ پر جذبات سے بھرے نعرے ابھرنے لگے۔ اس نعرے کا ان لوگوں نے بھرپور خیر مقدم کیا جو پہلے دن سے ہی حرمین شریفین میں جنگ و جدل کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں اور خانہ کعبہ و مسجد نبوی کو سیاسی نعرہ بازی کا اکھاڑہ بنانے کے خواہش مند ہیں ظاہر ہے کہ اس قسم کے نعرے نئی مشکلات لے کر آئیں گے۔ جن سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے الجھتا جائے گا۔ اس لیے عراقی حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنے موقف پر پھر سے نظر ثانی کرے اور کوئی ایسا حل تلاش کرے کہ جنکے ذریعہ پھر سے اسلامی اخوت کی فضا پیدا ہوسکے۔

جہاں تک سعودی عرب کے اس اقدام کا تعلق ہے تو ہم پہلے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سرزمین حرم ہمیشہ سے ارض حرم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ حرمین شریفین میں نہ تو کفر لوٹ کر آسکتا ہے۔ نہ قبضہ کر سکتا ہے۔ نہ غالب آسکتا ہے یہ ہمارا ایمان و عقیدہ ہے۔ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس بارے میں نہایت واضح ہیں۔ جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ قرآن میں ہے۔

قل جاء الحق ومایبدئ الباطل ومایعید (پ ۲۲ السباء)

آپ فرما دیجیئے کہ سچا دین آگیا۔ اور جھوٹ تو کسی چیز کو پیدا نہ کرے اور نہ ہی لوٹ کر لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مسجد حرام تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ وہاں مشرکوں نے بت نصب کیئے ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصاء مبارک سے ان کو گرانے جاتے تھے اور مذکورہ آیت پڑھتے جاتے تھے (رواہ البخاری والنسائی والترمذی (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۵۸/۲۲)

جو لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مکہ مدینہ میں کفار کا قبضہ ہو چکا ہے یا غیر مسلم قومیں خانہ کعبہ اور مسجد نبوی پر قابض ہو چکی ہیں یا مکہ مدینہ کے امام کافر ہیں۔ وہ غلط کہتے ہیں قرآن کریم اس قسم کے عقیدوں کی تائید نہیں کرتا۔

لیکن سعودی عرب کا غیر مسلم فوجوں کو اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے (مجبوری یا دباؤ میں) دعوت دینا بھی کسی طرح صحیح نہیں۔ اسلامی ممالک کی فوجیں ہی کافی تھیں جو سعودی عرب کی سرحدوں کی حفاظت کرتیں۔ اور اگر خدانخواستہ عراقی حکومت اپنے خطرناک ارادوں کے

ساتھ حرمین شریفین کی جانب بڑھتی تو دنیا کا ہر مسلمان اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا۔ غیر مسلم افواج گو کہ وہ سرحدوں پر ہی ہیں۔ لیکن ان کے منصوبے اور اسلام دشمنی کوئی مخفی راز بھی نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دفاع کے بہانے مسلمانوں کی قوتوں کو مزید کمزور بنا دیں اور مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیں۔ تاکہ ضرورت کے موقع پر ہر ایک کو باسانی ہڑپ کیا جا سکے۔ اس لیے سعودی عرب کے حکمرانوں کو امریکہ کی سابق روش پر نظر کرتے ہوئے انہیں فوری طور پر واپس بھیجنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اور عراق کے ساتھ گفت و شنید کا ہر پہلو تلاش کرتے ہوئے اتحاد و اتفاق کی راہ اپنانی چاہیئے۔ اسی میں اسلام اور اہل اسلام کی بھلائی ہو گی۔

اور اگر خدانخواستہ اس علاقے میں تصادم کی فضا پیدا ہوئی تو اس کا سب سے بڑا نقصان عرب ممالک اور عالم اسلام اور دنیا میں رہنے والے ہر مسلمان کو پہنچے گا۔ عالم اسلام کی سرزمین پر مسلمانوں کا خون بہے گا ان کے شہر تباہ ہوں گے ان کی قوت کمزور ہو گی۔ ان کے حوصلے پست ہوں گے اور اس میں سب سے زیادہ فائدہ اعدائے اسلام بالخصوص امریکہ اور اسرائیل اٹھائیں گے اس لیے ہماری درخواست ہے کہ عالم اسلام کے قائدین اور خود عرب ممالک کے سربراہ خلیج کے علاقے میں کشیدگی اور تصادم کے امکانات کو ختم کرنے میں پوری سرگرمی سے حصہ لیں، غیروں کی جانب نگاہ اٹھانے اور بار بار ان کے پاس جانے کے بجائے آپس میں ہی اس مسئلے کو حل کر دیں۔ یہ ہی ایک راستہ ہے جس سے تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔

بقیہ آپ نے پوچھا

علی تعلّموا القرآن (کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص۲۶۱) کہ لوگوں کو قرآن کریم سیکھنے پر کچھ رقم وغیرہ دیا کرو اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے یزید بن ابی مالک اور حارث بن یمجد کو کسی علاقہ میں تعلیم دینے کے لیے بھیجا تو اجری علیھما رزقاً (ایضاً ص۲۶۲) ان کے لیے رقم مقرر کی۔